خطبہ جمعہ

اللہ تعالیٰ کے ہر چیز پر شہید ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس سے کوئی چیز مخفی نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کی نصرت کر کے اور آپؐ کے دشمنوں کو ہلاک کر کے اور آپؐ کی کامیابی میں ہر ایک روک کو دور کر کے گواہی دے دی کہ یہ ہمارا بھیجا ہوا ہے۔

آیات قرآنی، احادیث نبویہ اورحضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کے حوالہ سے اللہ تعالیٰ کی صفت الشہید اور الشاھد کا تذکرہ

خطبہ جمعہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفة المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز– فرمودہ ۲۴؍ مئی ۲۰۰۲ء بمطابق ۲۴؍ ہجرت ۱۳۸۱ھ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله–

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم–

الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلك يوم الدين – إياك نعبد و إياك نستعين –

اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين–

آج کے خطبہ جمعہ میں اللہ تعالیٰ کی صفت اَلشَّہِیْد اور اَلشَّاھِد کا مضمون بیان کیا جائے گا۔ انشاءاللہ۔ یہ مضمون آئندہ خطبہ میں بھی جاری رہے گا۔ سب سے پہلے اس کے لغوی معانی بیان کرتا ہوں۔

مفردات امام راغبؒ میں لکھا ہے: اَلشُّھُوْدُ وَالشَّھَادَۃُ کا معنی ہے کسی جگہ پر موجود ہوتے ہوئے کسی چیز کا ظاہری آنکھ سے یا نگاہِ بصیرت سے مشاہدہ کرنا۔

.....الشھادۃ بصیرت یا ظاہری آنکھ کے مشاہدہ کے نتیجے میں حاصل شدہ علم کی بناء پر صادر ہونے والے بیان کو کہتے ہیں۔

اور آیت کریمہ ﴿شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْمَلَائِکَۃُ وَاُولُوالْعِلْمِ﴾ میں خدا تعالیٰ کے اپنی وحدانیت کی شہادت دینے سے مراد یہ ہے کہ وہ ایسے دلائل مہیا کرتا ہے جو اس کی وحدانیت کا ثبوت دیتے ہوں۔ جیسا کہ شاعر کہتا ہے:

فَفِی کُلِّ شَیءٍ لَہٗ آیَۃٌ تَدُلُّ عَلٰی اَنَّہٗ وَاحِدٗ

یعنی ہر چیز میں خدا تعالیٰ کے واحد ہونے پر دلالت کرنے والے نشان موجود ہیں۔ اور فرشتوں کی اس بارہ میں شہادت دینے سے مراد اُن کا اپنے مفوضہ کاموں کو بجالانا ہے۔ اور اہل علم کی شہادت سے مراد یہ ہے کہ وہ ان امور کی حکمتوں پر اطلاع پاتے اور ان کو تسلیم کرتے ہیں۔

شہید کسی چیز کے متعلق گواہی دینے اور اس کا مشاہدہ کرنے والے کو کہتے ہیں۔ فرمایا ﴿مَعَھَا سَائِقٌ وَشَھِیْدٌ﴾ یعنی اس کے حق میں گواہی دینے والا اور اس کے خلاف گواہی دینے والا بھی اس کے ساتھ ہوگا۔ اور ﴿وَادْعُوا شُھَدَآءَ کُمْ﴾ کی تفسیر ہر اس لفظ سے کی گئی ہے جس کا تقاضا گواہی کے معانی کرتے ہیں۔

ابن عباس کہتے ہیں یہاں شُھَدَآءَ کُمْ سے مراد اَعْوَانَکُمْ یعنی تمہارے مددگار ہے۔

مجاہد کہتے ہیں شُھَدَاءَ کُمْ سے مراد ایسے لوگ ہیں جو تمہارے حق میں گواہی دیں۔

جبکہ بعض کے نزدیک اس سے مراد ایسے لوگ ہیں جن کے ایسے مواقع پر حاضر ہونے کو اہمیت دی جاتی ہے..... اور مندرجہ ذیل آیات میں لفظ شہید کو انہی مذکورہ بالا معانی پر محمول کیا گیا ہے۔ فرمایا (وَ نَزَعْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّۃٍ شَھِیْدًا) اور (وَ اِنَّہٗ عَلٰی ذَالِکَ لَشَھِیْدٌ) اور (کَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًا)۔ ان میں دراصل خدا تعالیٰ کے اس قول کی طرف اشارہ ہے (لَا یَخْفٰی عَلَی اللّٰہِ مِنْھُمْ شَیْءٌ) نیز اس قول کی طرف بھی اشارہ ہے (یَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰی)

اور شہید اس کو بھی کہتے ہیں جس پر نزع کی حالت طاری ہو۔ اس کا یہ نام اس وجہ سے ہے کہ وہ اِس وقت فرشتوں کو اپنے پاس حاضر اور موجود پاتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمْ الْمَلٰئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا﴾۔

یا اس وجہ سے اس کو یہ نام دیا گیا ہے کہ جو کچھ اس کے لئے نعماء جنت میں سے تیار کیا گیا ہے وہ اس پر گواہ ہے۔ (المفردات فی غریب القرآن۔ علامہ راغب اصفہانیؒ)

﴿شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ . وَالْمَلٰٓئِکَۃُ وَاُوْلُوْا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ. لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ﴾ (سورۃ آل عمران:۱۹)

اللہ انصاف پر قائم رہتے ہوئے شہادت دیتا ہے کہ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور فرشتے بھی اور اہلِ علم بھی (یہی شہادت دیتے ہیں)۔ کوئی معبود نہیں مگر وہی کامل غلبہ والا (اور) حکمت والا۔

عَنِ الزُّبَیْرِ بْنِ الْعَوَّامِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ وَھُوَبِعَرَفَۃَ یَقْرَأُ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ ﴿شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ . وَالْمَلٰٓئِکَۃُ وَاُوْلُوْا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ. لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ﴾ وَاَنَا عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشَّاھِدِیْنَ یَارَبِّ۔

(مسند احمد بن حنبل، مسند الزبیر بن العوامؓ)

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ ﷺ کو میدان عرفات میں یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے سنا ﴿شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ . وَالْمَلٰٓئِکَۃُ وَاُوْلُوْا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ. لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ﴾ (آل عمران: ۱۹)

پھر آپؐ نے فرمایا: ”اے میرے رب! مَیں ان پر گواہوں میں سے ہوں۔

(مسند احمد بن حنبل، مسند الزبیر بن العوامؓ)

سورۃ آل عمران آیت ۹۹ ﴿قُلْ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ لِمَ تَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ . وَاللّٰہُ شَھِیْدٌ عَلٰی مَا تَعْمَلُوْنَ﴾۔ (اُن سے) کہہ دے اے اہل کتاب! کیوں تم اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہو جبکہ اللہ اس پر گواہ ہے جو تم کرتے ہو۔

پھر سورۃ النساء کی آیت ۳۴ ہے: ﴿ وَلِکُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِیَ مِمَّا تَرَکَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ . وَالَّذِیْنَ عَقَدَتْ اَیْمَانُکُمْ فَاٰتُوْھُمْ نَصِیْبَھُمْ . اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَھِیْدًا﴾۔ اور ہم نے ہر ایک کے لئے وارث بنائے ہیں اس (مال) کے جو والدین اور اقرباء چھوڑیں ☆ اور وہ جن سے تم نے پختہ عہد و پیمان کئے ہیں ان کو بھی ان کا حصہ دو۔ یقیناً اللہ ہر چیز پر نگران ہے۔

حضرت علامہ فخر الدین رازیؔ سورۃ النساء کی اس آیت کے تحت ﴿اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَھِیْدًا﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ ﴿اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَھِیْدًا﴾ اطاعت گزاروں کے لئے تو یہ ایک ”کَلِمَۃُ وَعْدٍ“ وعدہ کی بات ہے مگر نافرمانوں کے لئے یہ ایک انتباہ اور انذار ہے اور شَھِیْدٌ کے معنی شاہد (نگران) اور مُشَاھِدٌ (نگرانی کرنے والا) کے ہیں۔ اور اس سے مراد یا تو اللہ تعالیٰ کا تمام جزئیات و کلیات کا علم ہے اور یا قیامت کے روز مخلوق کے تمام اعمال کے بارہ میں اس کی شہادت ہے۔ اور پہلی تفسیر کے لحاظ سے

شَهِيْدٌ کے معنی اَلْعَالِمُ کے ہیں اور دوسری تفسیر کے لحاظ سے شَهِيْدٌ کے معنی اَلْمُخْبِرُ (خبر رکھنے والے) کے ہیں۔

﴿مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ.وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ.وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا. وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا﴾(سورة النساء :۸۰)۔جو بھلائی تجھے پہنچے تو وہ اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔اور جو ضرر رساں بات تجھے پہنچے تو وہ تیرے اپنے نفس کی طرف سے ہوتی ہے۔اور ہم نے تجھے سب انسانوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے اور اللہ بطور گواہ کافی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے بنی اسرائیل میں سے ایک شخص کا ذکر فرمایا جس نے بنی اسرائیل میں سے کسی سے ایک ہزار دینار قرض مانگا۔اس شخص نے کہا: میرے پاس گواہ لے کر آؤ تا کہ مَیں ان کو (اس قرض پر) گواہ بنالوں۔اس پر اس شخص نے کہا: كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا کہ گواہ کے طور پر تو اللہ تعالیٰ کافی ہے۔

اس پر اس قرض دینے والے نے کہا کہ چلو پھر کوئی کفیل ہی لے آؤ۔ تو اس نے کہا: كَفٰى بِاللّٰهِ كَفِيْلًا کہ کفیل ہونے کے لحاظ سے بھی اللہ ہی کافی ہے۔اس پر اس نے کہا کہ تم ٹھیک کہتے ہو۔ چنانچہ اس نے اسے مقررہ مدت کے لئے قرض دے دیا۔ قرض لے کر یہ شخص سمندر کے سفر پر روانہ ہوا اور اپنی ضرورت پوری کی۔پھر کسی کشتی کی تلاش کرنے لگا تا کہ اس پر واپس آکر وعدہ مقررہ پر قرض ادا کر سکے۔ مگر اسے کوئی کشتی نہ مل سکی۔ چنانچہ اس نے ایک لکڑی لی اور پھر اس میں سوراخ کیا، پھر اس میں ہزار دینار اور قرض دینے والے شخص کے نام ایک خط بھی رکھ دیا اور (وہ) سوراخ بند کر دیا۔ پھر وہ اس لکڑی کو لے کر سمندر پر گیا اور کہا: اے اللہ! تُو جانتا ہے کہ مَیں نے فلاں شخص سے ایک ہزار دینار قرض لیا تھا اور اس نے مجھ سے ضامن مانگا تھا تو مَیں نے کہا تھا کہ اللہ ہی (میرا) ضامن ہے۔ پھر اس نے مجھ سے گواہ مانگا تھا تو (تب بھی) مَیں نے (یہی) کہا کہ اللہ ہی (میرا) گواہ ہے۔ چنانچہ وہ (تیرے گواہ اور کفیل ہونے) پر راضی ہو گیا۔اور اب مَیں نے اپنی پوری کوشش کی ہے کہ مجھے کوئی کشتی مل جائے تا کہ مَیں اس شخص تک اس کی رقم پہنچا سکوں۔ مگر مَیں ایسا نہیں کر سکا۔ پس اب اس لکڑی کو مَیں تیرے ہی سپرد کرتا ہوں۔

یہ کہہ کر اس نے لکڑی کو سمندر میں پھینک دیا یہاں تک کہ وہ پانی میں غائب ہو گئی۔ پھر وہ شخص واپس لوٹ آیا اور دوبارہ کسی کشتی کی تلاش کرنے لگا تا کہ واپس اپنے وطن جاسکے۔(دوسری طرف) وہ شخص جس نے قرض دیا تھا، (باہر) نکلا تا دیکھے کہ شاید کسی مسافر کشتی کے ذریعہ اس کی رقم واپس بھجوادی گئی ہو تو اچانک اس کی نظر اس لکڑی پر پڑی، جس میں اس کی رقم رکھی گئی تھی۔اس نے لکڑی کو ایندھن سمجھ کر اٹھالیا اور جب (گھر آکر) اسے پھاڑا تو اس میں رقم اور ایک خط پایا۔اس کے بعد وہ شخص بھی جس نے اس سے ایک ہزار دینار قرض لیا تھا، آن پہنچا۔اور کہنے لگا خدا کی قسم! مَیں مسافر کشتی کی تلاش میں پھرتا رہا تا کہ تمہارے پاس تمہارا مال لے کر حاضر ہوں مگر مجھے اس کشتی سے قبل کہ جس میں مَیں اب آیا ہوں کوئی اور کشتی نہ ملی۔اس پر اس شخص نے پوچھا: کیا تو نے اس سے قبل مجھے میری رقم روانہ کی تھی؟ اس نے جواب دیا کہ مَیں یہی تو آپ کو بتا رہا ہوں کہ مجھے اس سے قبل کوئی کشتی نہ ملی۔اس پر اس شخص نے کہا کہ جو رقم تم نے لکڑی میں رکھ کر ارسال کی تھی، خدا نے اس کے ذریعہ تمہارا قرض ادا کر دیا ہے۔ چنانچہ اپنا یہ ہزار دینار (جو تم اب لے کر آئے ہو) لے لو اور خیر سے واپس جاؤ۔(بخاری، کتاب الحوالہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:-

"بات یہ ہے کہ جو سُکھ اور نیکی پہنچتی ہے۔اُس کا سر چشمہ تو اللہ تعالیٰ کی پاک ذات ہے اور جو دکھ پہنچتا ہے اُس کا سر چشمہ تیرا اپنا ہی نفس ہے اور ہم نے تم کو لوگوں کی طرف پیغام پہنچانے والا بنا کر بھیجا ہے اور اس بات پر خدا کی گواہی کافی ہے۔......

﴿وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا﴾: اللہ تعالیٰ کی گواہی دو طرح سے ہوتی ہے۔ایک تو اس طرح کہ وقت پر ان تمام پیشگوئیوں کو پورا کر دیا جو کہ آنحضرت ﷺ کے دعاوی اور زمانہ کے متعلق تھیں۔ دوسرے اس طرح سے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی نصرت کر کے اور آپؐ کے دشمنوں کو ہلاک کر کے اور آپؐ کی کامیابی میں ہر ایک روک کو دُور کر کے گواہی دیدی کہ یہ ہمارا بھیجا ہوا ہے۔دونوں فریق اللہ تعالیٰ ہی کی مخلوق تھے اور دونوں کے اعمال سے وہ خوب واقف تھا جو سچا تھا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے اُسے فتح دیدی اور نیز اچھے لوگوں کو اپنے مکالمات سے بھی آگاہ کیا کہ یہ رسول اللہ اور راست باز ہے۔ جیسے فرمایا: ﴿ اِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ﴾۔"(الحکم۔ بتاریخ ۲۹/مئی ۱۹۰۳ء۔ صفحہ ۱۴۹)

سورۃ النساء آیت ۱۶۷:﴿ لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ. وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ. وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا﴾۔ لیکن اللہ گواہی دیتا ہے کہ جو اس نے تیری طرف اتارا ہے اسے اپنے (قطعی) علم کی بناء پر اتارا ہے اور فرشتے بھی (یہی) گواہی دیتے ہیں جبکہ بحیثیت گواہ اللہ ہی بہت کافی ہے۔

سورۃ المائدہ آیت ۱۱۸:﴿مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ. وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ . فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ .وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ﴾۔ میں نے تو انہیں اس کے سوا کچھ نہیں کہا جو تُو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی ربّ ہے اور تمہارا بھی ربّ ہے۔اور میں ان پر نگران تھا جب تک میں ان میں رہا۔ پس جب تُو نے مجھے وفات دے دی، فقط ایک تُو ہی ان پر نگران رہا اور تُو ہر چیز پر گواہ ہے۔

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ فِيْ حَدِيْثِهٖ قَالَ ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ سَيُؤْتَى بِرِجَالٍ مِنْ اُمَّتِيْ فَيُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَاَقُوْلُ رَبِّ اَصْحَابِيْ فَيُقَالُ اِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا أَحْدَثُوْ بَعْدَكَ فَاَقُوْلُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُالصَّالِحُ :﴿وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ ﴿وَاِنْ تَغْفِرْلَهُمْ ﴾ اَلْآيَة. فَيُقَالُ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَمْ يَزَالُوْا مُدْبِرِيْنَ قَالَ اَبُوْدَاوُدَ مُرْتَدِّيْنَ عَلٰى اَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ۔(سنن نسائی ، کتاب الجنائز ،باب ذکر اول من یُکسی)

حضرت ابن عباسؓ اپنی ایک لمبی روایت میں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز میری اُمّت کے کچھ لوگوں کو لایا جائے گا اور انہیں دوزخ کی طرف لے جایا جائے گا۔اس پر مَیں کہوں گا يَا رَبِّ اَصْحَابِيْ۔اے میرے رب! یہ تو میرے ساتھی ہیں۔ اس پر کہا جائے گا تجھے معلوم نہیں کہ انہوں نے تیرے بعد کیا کیا نئی چیزیں ایجاد کر لی تھیں۔ اس پر مَیں اسی طرح کہوں گا جس طرح ایک صالح بندہ (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) کہہ چکے ہیں ﴿وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ. اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾(مائدہ :۱۱۸۔۱۱۹)۔اس پر کہا جائے گا کہ جب سے تو نے انہیں چھوڑا ہے یہ مسلسل پیٹھ موڑتے رہے۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ جب سے تُو نے ان کو چھوڑا ہے اس وقت سے اپنی ایڑیوں کے بل پھرتے رہے ہیں۔

حضرت علامہ فخر الدین رازیؒ سورۃ المائدہ کی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ ﴿وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ﴾ سے مراد یہ ہے کہ تو اس زمانے کو جانتا ہے جب مَیں ان میں تھا اور تُو اُن پر میری اُن سے مفارقت کے بعد بھی گواہ ہے۔

پس شہید سے مراد مشاہدہ کرنے والے کے ہیں اور لفظ مشاہدہ دیکھنے پر بھی اطلاق پاتا ہے اور محض علم ہونے پر بھی۔ نیز اس کا اطلاق کلام پر کرنا بھی جائز ہے۔ پس شہید ہر لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے حقیقی صفاتی ناموں میں سے ہے۔(تفسیر کبیر رازیؒ)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"اور جب کہے گا اللہ، اے عیسیٰ مریم کے بیٹے کیا تو نے لوگوں کو کہا کہ مجھ کو اور میری ماں کو اللہ کے سوا معبود ٹھہرالو۔ وہ بولا۔ تو پاک ہے۔ مجھ کو سزاوار نہیں ہے کہ کہوں وہ بات جو مجھے پہنچتی نہیں۔ اگر مَیں نے یہ کہا ہو گا تو تجھے معلوم ہو گا۔ تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور مَیں نہیں جانتا جو تیرے جی میں ہے۔ بے شک تو ُہی چھپی باتیں جاننے والا ہے۔ مَیں نے تو نہیں وہی کہا جس کا تو نے مجھے حکم کیا تھا یہ کہ عبادت کرو اللہ کی جو میرا اور تمہارا رب ہے اور مَیں ان پر خبردار رہا جب تک مَیں ان میں رہا اور پھر جب تو نے مجھے وفات دے دی تو تُو ان پر خبردار تھا اور تُو ہر چیز پر خبردار ہے"۔(حقائق الفرقان جلددوم صفحہ ۱۳۷۔۱۳۸)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"اور تیرے لئے قرآن مجید میں حضرت مسیح کا یہ قول کافی ہے ﴿وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ﴾۔ پس دیکھو کہ اس جگہ سے کیسے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ مسیح وفات پا چکے ہیں اور گزر چکے ہیں کیونکہ اگر حضرت مسیح کا نزول اور آپ کا دوبارہ اس دنیا میں آنا مقدر ہوتا تو مسیح اپنے مذکورہ بالا قول میں دوشہادتوں کا ذکر کرتے اور اپنے قول ﴿وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا﴾ کے ساتھ یہ بھی کہتے "اَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَرَّةً اُخْرٰى" یعنی مَیں دوبارہ آکر بھی ان پر گواہ ہوں گا اور صرف پہلی گواہی پر حصر نہ کرتے"۔

(ترجمہ عربی عبارت آئینہ کمالات اسلام ، روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۴۲۳)

پھر براہین احمدیہ میں ہے: "اس تمام آیت کے اوّل آخر کی آیتوں کے ساتھ یہ معنی ہیں کہ خدا قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کہے گا کہ کیا تو نے ہی لوگوں کو کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اپنا معبود ٹھہرانا۔ تو وہ جواب دیں گے کہ جب تک مَیں اپنی قوم میں تھا تو مَیں ان کے حالات سے مطلع تھا اور گواہ تھا۔ پھر جب تو نے مجھے وفات دے دی تو پھر تو ہی ان کے حالات سے واقف تھا۔ یعنی بعد وفات مجھے ان کے حالات کی کچھ بھی خبر نہیں"۔

(براہین احمدیہ جلد پنجم۔ روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۵۱)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"حضرت مسیح علیہ السلام نے آیت ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ﴾ میں صاف صاف اپنا اظہار دیدیا ہے کہ مَیں ہمیشہ کے لئے دنیا سے اٹھایا گیا کیونکہ ان کا یہ کہنا کہ جب مجھے وفات دی گئی تو پھر اے میرے ربّ! میرے بعد تو میری امّت کا نگہبان تھا، صاف شہادت دے رہا ہے کہ وہ دنیا سے ہمیشہ کے لئے وفات پا گئے کیونکہ اگر اُن کا دنیا میں پھر آنا مقدر ہوتا تو وہ ضرور ان دونوں واقعات کا ذکر کرتے اور نزول کے بعد کی تبلیغ کا بھی بیان فرماتے نہ یہ کہ صرف اپنی وفات کا ذکر کر کے پھر بعد اپنے خدا تعالیٰ کو قیامت تک نگہبان ٹھہراتے فتدبّر"۔ پس غور کرو اس بات پر۔

(ازالہ اوہام۔ حصہ دوم۔ صفحہ د۔ حاشیہ در حاشیہ)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مزید فرماتے ہیں:-

"حضرت عیسیٰ کا خود اپنا ایک اقرار ہے جو اُن کی وفات پر شاہد ہے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے اس سوال کے جواب میں کہ اے عیسیٰ! کیا تو نے ہی لوگوں کو تعلیم دی تھی کہ مجھ کو اور میری ماں کو خدا کر کے مانو۔ یہ جواب دیتے ہیں جو قرآن شریف میں مندرج ہے یعنی یہ آیت ﴿وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ﴾ یعنی مَیں تو اُسی زمانہ تک اُن پر گواہ تھا جب مَیں اُن کے درمیان تھا اور جب تُو نے مجھے وفات دیدی تو پھر اُن کا محافظ تو ہی تھا۔ اس جواب میں حضرت عیسیٰ عیسائیوں کی ہدایت کو اپنی زندگی سے وابستہ کرتے ہیں پس اگر حضرت عیسیٰ اب تک زندہ ہیں تو اس سے لازم آتا ہے کہ عیسائی بھی حق پر ہیں اور اس آیت ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ﴾ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ قبل از قیامت دوبارہ دنیا میں نہیں آئیں گے ورنہ نعوذ باللہ یہ لازم آتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے سامنے جھوٹ بولیں گے کہ مجھے اپنی اُمّت کے بگڑنے کی کچھ بھی اطلاع نہیں"۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ۔ حصہ پنجم۔ صفحہ ۲۱۸۔ حاشیہ)

﴿قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً. قُلِ اللّٰهُ. شَهِيْدٌ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ. وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْ بَلَغَ. اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى. قُلْ لَّآ اَشْهَدُ. قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ﴾(سورۃ الانعام:۲۰)

تُو پوچھ کہ کونسی بات بطور شہادت سب سے بڑی ہو سکتی ہے۔ کہہ دے کہ اللہ ہی تمہارے اور میرے درمیان گواہ ہے اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے تاکہ میں اس کے ذریعہ سے تمہیں ڈراؤں اور ہر اُس شخص کو بھی جس تک یہ پہنچے۔ کیا تم قطعی طور پر گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے علاوہ بھی کوئی دوسرے معبود ہیں؟ تُو کہہ دے کہ میں (یہ) گواہی نہیں دیتا۔ کہہ دے کہ یقیناً وہی ایک ہی معبود ہے اور میں یقیناً اُس سے بری ہوں جو تم شرک کرتے ہو۔

علامہ فخر الدین رازی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے قول ﴿قُلِ اللّٰهُ. شَهِيْدٌ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ﴾ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ توحید کے قیام اور شرکاء، اضداد، انداد، امثال اور اشباہ کے بارہ میں میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:-

"قُلِ اللّٰهُ شَهِيْدٌ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ: ہمارا تمہارا مقدمہ ہے۔ پچھلی کتابوں میں شہادت موجود ہے۔ تم دیکھ لو کہ مکذبین رُسل کا انجام کیا ہوا؟ تازہ شہادت چاہتے ہو تو اپنے اور میرے اتباع کو دیکھ لو۔ بو علی سینا ایک طبیب تھا۔ امام غزالیؒ و امام رازیؒ اچھی عربی لکھنے والے ہیں۔ مگر یہ بھی ان سے کم نہیں۔ ایک دن اس نے عمدہ تقریر کی۔ ایک اُلّو کا پٹھا اس کا شاگرد بیٹھا تھا۔ اُس نے کہا: آپ نبوت کا دعویٰ کرتے تو آپ کو زیبا تھا۔ اس وقت ابن سینا خاموش ہو رہا۔ ایک دن سردی تھی، ٹھنڈی ہوا اور یخ بستہ پانی موجود۔ اسی شاگرد سے کہا: ذرا کپڑے اتار کر اس میں ہو آؤ۔ وہ کہنے لگا۔ خیر ہے، کیا آپ مجنون تو نہیں ہو گئے؟

کہا: کیا اسی ہمت پر مجھے پیغمبر بناتا تھا؟ نبی کریم ﷺ اپنے صحابہؓ کو گھمسانوں میں جانے کا جو حکم دیتے تھے، کیا وہ بھی یہی جواب دیتے تھے؟ غرض یہاں اتّباع کو مقابلہ میں پیش کیا گیا"۔

(تشحیذ الاذہان۔ جلد ۸۔ نمبر ۹۔ ستمبر ۱۹۱۳ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"﴿لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْ بَلَغَ﴾ یعنی لازمی ہو گا کہ جس کو قرآنی تعلیم پہنچے وہ خواہ کہیں بھی ہو اور کوئی بھی ہو۔ اس تعلیم کی پیروی کو اپنی گردن پر اٹھائے"۔

(الحکم۔ جلد ۱۲۔ نمبر ۴۱۔ بتاریخ ۱۴؍جولائی ۱۹۰۸ء۔ صفحہ ۷)

سورۃ التوبہ کی ۱۰۷ویں آیت: ﴿وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ. وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى. وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾۔ اور وہ لوگ جنہوں نے تکلیف پہنچانے اور کفر پھیلانے اور مومنوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے اور ایسے شخص کو کمین گاہ مہیا کرنے کے لئے جو اللہ اور اس کے رسول سے پہلے ہی سے لڑائی کر رہا ہے ایک مسجد بنائی ضرور وہ قسمیں کھائیں گے کہ ہم بھلائی کے سوا اور کچھ نہیں چاہتے تھے جبکہ اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:-

"یہ ابو عامر کی طرف اشارہ ہے جو عیسائی تھا۔ اس کے مکروں سے ایک مکر یہ بھی تھا کہ رسول کریمؐ اس مسجد میں نماز پڑھ لیں۔ پھر کچھ مسلمان ادھر بھی آجایا کریں اور اس طرح مسلمانوں کی جماعت کو توڑ لوں گا۔ اس ابو عامر نے اپنا ایک رؤیا بھی مشتہر کر رکھا تھا کہ مَیں نے دیکھا ہے کہ نبی کریمؐ وحید طریدًا شریدًا فوت ہوں گے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ خواب

سچا ہے، اس نے اپنی حالت دیکھی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ نام نہ لینے میں یہ بلاغت ہے کہ آئندہ بھی اگر کوئی ایسا کرے گا تو اس کا انجام بھی یہی ہوگا۔"

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان۔ ۱۸/نومبر ۱۹۰۹ء)

﴿وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ﴾(سورۃ یونس:۳۰)۔ پس اللہ ہی ہمارے اور تمہارے درمیان بطور گواہ کافی ہے۔ یقیناً ہم تمہارے عبادت کرنے سے بے خبر تھے۔

سورۃ یونس آیت ۴۷:﴿وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِىْ نَعِدُهُمْ اَوْنَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ﴾۔ اور اگر ہم تجھے اس (اِنذار) میں سے کچھ دکھادیں جس سے ہم انہیں ڈرایا کرتے تھے یا تجھے وفات دے دیں تو (بہرحال) ہماری طرف ہی ان کو لوٹ کر آنا ہے۔ پھر اللہ ہی اس پر گواہ ہے جو وہ کرتے ہیں۔

سورۃ یونس کی آیت ۶۲:﴿وَمَا تَكُوْنُ فِىْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ. وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾۔ اور تُو کبھی کسی خاص کیفیت میں نہیں ہوتا اور اس کیفیت میں قرآن کی تلاوت نہیں کرتا۔ اسی طرح تُم (اے مومنو!) کوئی (اچھا) عمل نہیں کرتے مگر ہم تم پر گواہ ہوتے ہیں جب تم اس میں مستغرق ہوتے ہو۔ اور تیرے ربّ سے ایک ذرہ برابر بھی کوئی چیز چھپی نہیں رہتی، نہ زمین میں اور نہ آسمان میں اور نہ ہی اس سے کوئی چھوٹی اور نہ کوئی بڑی چیز ہے مگر کھلی کھلی کتاب میں (تحریر) ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

"ایک اَور معیار صداقت بتاتا ہے۔ تم نے سنا ہوگا کہ حضرت عمرؓ بڑے رُعب والے تھے۔ حضرت علیؓ نے کوفہ میں جاکر جب بہت سی مشکلات دیکھیں تو ابن عباسؓ نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ پہلے لوگوں کو اتنی جراَت نہ ہوئی تھی۔ انہوں نے کہا: ابن عباس! تم ہی کہو۔ جب تم آذربائیجان میں تھے تو عمرؓ کی نسبت کیا خیال کرتے تھے۔ وہ بولے کہ مَیں تو ایسا سمجھتا تھا کہ ایک جبڑا تو اُن کے ہاتھ میں ہے اور دوسرے پر پاؤں رکھا ہوا، چاہیں تو ابھی چیر دیں۔ اس پر حضرت علیؓ نے کہا: کیا تم میرا بھی رُعب ایسا مانتے ہو؟"۔ اس سے لگتا ہے کہ حضرت علیؓ کا وہ رعب نہیں رہا تھا جو اس سے پہلے حضرت عمرؓ کا تھا۔

"غرض ان خلفاء راشدین کے وقت کے جلال اور شوکت پر نظر کرو۔ پھر دیکھو کہ ایسے بارُعب آدمیوں کو بھی مارنے والے نے سرِ مجلس مار دیا۔ حضرت عثمانؓ کا پانی تک بند کر دیا، قتل بھی کیا۔ ان کی چلتی پرزہ قوم کی کچھ پیش نہ گئی۔ حضرت علیؓ کی شجاعت نے بھی کچھ کام نہ دیا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسی حالت میں تھے کہ چاروں طرفوں سے دشمنوں کا نرغہ تھا۔ پھر بھی کوئی آپؐ کے قتل پر کامیاب نہ ہو سکا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپؐ نے خیمہ سے سر نکال کر باہر دیکھا کہ کوئی پہرہ دے رہا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: تم چلے جاؤ، پہرے کی ضرورت نہیں۔ اس حفاظت کا ذکر ﴿وَمَا تَكُوْنُ فِىْ شَاْنٍ﴾ آیت میں فرماتا ہے۔" (ضمیمہ اخبار بدر قادیان۔ ۹/دسمبر ۱۹۰۹ء)